— ۲ —

جدید دور میں جدید رہنمائی کی ضرورت

[مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ایک مقالے سے جو موصوف نے ۲۱ نومبر کو تھیالوجیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف سے یونین ہال میں پڑھا ، یہ اقتباس لیا گیا ہے ۔ مدیر]

انداز فکر بدلنے کے لئے چند حدود و نقوش

ذیل میں " معذرۃ الی ربکم " انداز فکر بدلنے کے لئے چند حدود و نقوش متعین کئے جاتے ہیں، جن سے نشاۃ ثانیہ میں مذہبی کاز کو تقویت پہنچانے میں مدد مل سکتی ہے ۔

(۱) ہدایت الہی کسی معاشرے کو وجود میں نہیں لاتی ہے، بلکہ انسان کے ہاتھوں معاشرہ وجود میں آتا ہے، جس میں خیر و شر دونوں کی نمود اور خوبیوں کے ساتھ خامیوں کا ظہور ہوتا ہے ۔

(۲) موجودہ معاشرہ کو ہدایت اپنے انداز میں ڈھالتی ہے اور خیر و شر کی حد بندی کرکے اس کی قدر و قیمت کا تعین کرتی ہے ۔ اس طرح پہلے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور پھر ہدایت کے انداز میں ڈھالنے کے لئے احکام و قوانین مقرر ہوتے ہیں ۔

(۳) ہدایت اپنے نزول کے زمانے میں اس وقت کے معاشرے کو محض خیر و شر کی نسبت سے بطور نمونہ پیش کرتی ہے ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں سے دست بردار ہوکر زندگی کی گاڑی کو اسی معاشرے پر چلاتا رہے ۔ اور ترقی یافتہ عمارت کے مقابلے میں ہمیشہ اسی عمارت کی طرف دعوت دیتا رہے ۔ مقصود عمارت نہیں ہوتی ہے، بلکہ خیر و شر کی وہ نسبت اور عدل و اعتدال کی وہ قوت ہوتی ہے، جو ہدایت الہی کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے اور بطور نمونہ اسی کو وہ پیش کرتی ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

اسی طرح شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التسلیمات کی دو قسمیں ہیں: ظاہر اور شاذ۔ ظاہر شریعت کے لئے چند مراتب ترتیب دئیے گئے ہیں۔ (۱) اقویٰ یعنی سب سے قوی تر تو وہ ہے جو قرآن مجید کی نص میں اس طرح پائی جائے کہ اس کے سمجھنے میں کوئی خفا نہ ہو۔ (۲) دوسرے مرتبے پر ظاہر شریعت وہ ہے، جو احادیث مستفیضہ صحیحہ سے ماخوذ ہو اور یہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم نیشاپوری اور موطا امام مالک میں اس طرح مروی ہوں کہ ان میں تعارض نہ ہو اور روایات کے الفاظ اختلاف فاحش سے مبرا ہوں۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ان میں یہ چار شرائط پائے جائیں:۔ وہ اپنے معنی اور مراد میں واضح ہوں۔ اہل لسان پر ان کا مطلب پوشیدہ نہ ہو اور وہ مشہور روایات ہوں، جنہیں صحابہ میں سے تین یا تین سے زیادہ نے روایت کیا ہو۔ پھر ہر طبقے میں ان کے راوی بڑھتے گئے یہاں تک کہ حفاظ حدیث اور نقاد فقہاء کا طبقہ آگیا۔ اور وہ ان سے راضی ہوئے اور ان کے قائل ہوئے۔ اور وہ احادیث ان تین کتابوں میں مروی ہوں۔ کیونکہ ان تین کتابوں کی اسلام میں وہ شان ہے جو دوسری کتابوں کی نہیں ہے۔ اور علمائے حدیث و فقہ کے ہاں ان کتابوں کی وہ مقبولیت ہے جو دوسری کتب کی نہیں اور ان کتابوں کی وہ صحت ہے کہ اس جیسی صحت دوسری کتابوں میں نہیں دیکھی گئی۔

کتب حدیث کی ان تین کتابوں کے ساتھ قوم کا جو اہتمام رہا، وہ دوسری کتابوں کے ساتھ نہیں رہا۔ ان کتابوں کی شرح غریب، ضبط مشکل، تخریج فقہ اور راویوں کے بیان پر خاص زور دیا گیا۔ یہ ایسی بات ہے جس سے صرف وہ نا آشنا ہوسکتا ہے، جو قوم کے مدارک سے اجنبی ہو۔ مزید یہ کہ احادیث نبویہ میں تعارض نہ ہو۔ ان کتابوں میں خاص طور پر آپس میں کوئی ٹکراؤ نہ ہو ......

یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر شریعت اور آپ صہ کے سنن کا جادۂ قویمہ ہے، جس کا برسر رشد و ہدایت ہونا اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ جو بھی اس کا مخالف ہوگا، اس کا قول مردود سمجھا جائے گا ......

(ماہنامہ الرحیم جنوری سنہ ۱۹۶۵ ء)

(۴) معاشرہ فطری رفتار کے مطابق ترقی کرتا اور بدلتا رہے گا، اس کو نہ کسی طبقے کا جمود روک سکتا ہے اور نہ کسی قوم کا زوال بریک لگا سکتا ہے۔ اب اگر کسی کو جمود توڑنا اور زوال کو ختم کرنا ہے، تو ذہنی و فکری تبدیلی کے ساتھ اس کے لئے اپنے زمانے کی۔تنظیمی ترقیاتی چیزوں کو قبول کرنا ناگزیر ہے، البتہ قبولیت سے پہلے انسانوں کی دنیوی اور آخروی فلاح و بہبود کے لحاظ سے اس کی قدر و قیمت کا تعین ضروری ہے۔ خیر و شر میں امتیاز اورخوبیوں اور خامیوں میں حد فاصل قائم کرنے کے لئے وہی ''پیمانہ'' معتبر ہوگا۔ جو ہدایت الہی نے مقرر کیا ہے۔ اور وہی ''معیار'' درجہ سند حاصل کرسکے گا، جس کو ہدایت نے اپنے نزول کے زمانے میں بطور ''نمونہ'' پیش کیا ہے۔ ان میں اگر تفریق کی گئی، تو صحت کی ضمانت نہ رہے گی اور تبدیلی کی کوشش ہوئی تو قومی و ملی وجود ختم ہوجائے گا۔

اس طرح جانچے اور پرکھے بغیر اگر تمام چیزوں کو قبول کیا گیا، تو ''شر'' چونکہ اپنے اندر کشش کے ساتھ سہل الحصول بھی ہوتا ہے۔ اس بناء پر زندگی کی ساخت و پرداخت میں وہی دخیل بن جائے گا اور نمائشی ترقی ہوتے ہوئے بھی حقیقی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا۔

(۵) جدید معاشرہ کی رہنمائی کے لئے بنیادی نقطہ نگاہ یہ بنانا پڑے گا کہ اگر اس وقت ہدایت کے نزول کا زمانہ ہوتا اور محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے، تو آپ ص جلب منفعت اور دفع مضرت کا کس قدر لحاظ فرماتے، اور معاشرتی فلاح و بہبود کی چیزوں میں کس جذبہ کو ملحوظ رکھتے؟

اس سلسلہ میں رسول اللہ نے اپنے زمانے کے معاشرے کو ''ہدایت'' کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ''ازالہ'' کے بجائے ''امالہ'' کی جو روش اختیار فرمائی ہے۔ اور ترمیم و تنسیخ نیز تدریج و تخفیف کے جن اصول و ضوابط سے کام لیا ہے، وہ سب جدید معاشرہ کی رہنمائی کے لئے دلیل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(ماہنامہ برہان - فروری سنہ ۱۹۶۵ء)